ڈاکٹر کلیم اللہ ساریو
لیکچرار شعبہ اسلامیات سندھ یونیورسٹی
جام شورو سندھ

# شاہ ولی اللہ رح کے سیاسی، معاشی اور معاشرتی افکار کا تجزیہ

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اجتماعیت کو قائم رکھنے کے لیے ایک مصلح معاشرے کی ضرورت ہے۔ اگرچہ ہر معاشرہ اپنی ساخت اور عمل کے اعتبار سے کامل نہیں ہوتا لیکن یہ اس کا نقص اور فساد اس کے زوال کا سبب بنتا ہے۔ اس لیے ریاست کے سرکردہ لوگوں پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ اپنے اجتماعی معاشرے میں ان باتوں کی نشاندہی کریں جو معاشرے میں فساد اور فتنے کا سبب بنتی ہوں اور ایسی اصلاحات اور رسومات کو لائیں جن کے ذریعے معاشرے کی اجتماعی صورت صحت و تندرستی کی طرف مائل ہو جائے اگرچہ یہ بات کہیں بھی مسلم نہیں ہے کہ معاشرے کی اصلاح کا معیار کیا ہونا چاہیے جو کہ پورے کے پورے اجتماعی مفکرین کو پسند ہوں۔ اجتماعیت کے مفکر بعض رسم و رواج وغیرہ مفید سمجھتے ہیں اور بعض لوگ انھیں بہتر۔ یہ مشکل اس لیے پیش آئی ہے کہ معاشرے کے مختلف پہلو ہیں اور ہر ایک پہلو میں نیکی اور برائی دونوں پائی جا سکتی ہیں۔ لیکن یہ بات اس وقت آسان ہو سکتی ہے جب پورے معاشرے کو اجتماعی نظر سے دیکھا جائے۔ ان کی بیماری اور علاج بھی اسی نظر سے کیا جائے[1]

---

[1] شاہ ولی اللہ کے عمرانی نظریات ص ۱۱۳ تا ۱۱۵، سندھ ساگر اکادمی لاہور، آداب المعاشش حجۃ اللہ البالغہ عربی ص ۶۱۔

## معاشی بدحالی معاشرے کے خراب ہونے کا بنیادی سبب ہے؛

اگرچہ بہت ساری بیماریاں اور خرابیاں معاشرے کو خراب کر سکتی ہیں، لیکن معاشی بدحالی اخلاقیات پر زیادہ اثرانداز ہوتی ہے۔ جس سے معاشرہ خراب ہوجاتا ہے۔ معاشی عدم تعاون اخلاقی امراض کا بنیاد بن جاتا ہے۔ شاہ صاحب معاشرے کے فساد کا اور سبب یہ بیان کرتے ہیں کہ معاشرے افراد اپنی دوسرے درجہ کی ضروریات کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں اور اس میں اتنے منہمک ہوجاتے ہیں جس کی وجہ سے ابتدائی اور بنیادی ضروریات سے ان کی توجہ ہٹ جاتی ہے۔ اس طرح پہلے ارتقائی منزل یا معاشرتی سطح پر وجود میں آنے والے رسم ورواج کو بالکل نظرانداز کیا جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے دوسرے درجے کے کمال تک پہنچنے میں مشکل پیش آتی ہے۔ اسی طرح معاشرے کی تیسری ارتقائی منزل پر لوگ دوسرے درجہ کی رسم ورواج کو چھوڑ دیتے۔ اسی طرح یہ نقائص مرکزی اجتماعیت کو نقصان پہنچاتے ہیں اور پورے کا پورا انسانی معاشرہ کمال اور ترقی سے محروم رہ جاتا ہے۔ اسی وجہ سے شاہ صاحب نے اس بات پر زیادہ زور دیا ہے کہ معاشرے کے ہر سطح پر جو رسم ورواج وجود میں آتے ان کو پورا کیا جائے تاکہ لوگوں میں برابری کا احساس رہے۔ اگر معاشرتی نظام کے منرکردہ لوگ جو ریاست کے یا اجتماعیت کے اہم رکن ہیں اگر وہ مذکورہ سطحی نظام کو نظرانداز کردیں تو پورے کی پوری اجتماعیت ناقابل عمل ہوجاتی ہے اس لیے اہل ریاست اور مفکرین پر یہ لازم ہے کہ وہ ملک میں رسومات اور فکری عملی نظام کو عادلانہ طور پر رائج کریں[1]۔

## معاشرے میں رسومات کی حیثیت:

شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں انسان کے معاشرتی نظام میں رسومات کی بڑی اہمیت ہے جس طرح انسان کے جسم میں دل کی حیثیت، وہ فرماتے ہیں کہ شریعت کا پہلا مقصود

---

[1] شاہ ولی اللہ کے عمرانی نظریات، ص ۱۱۳ تا ۱۱۵، سندھ ساگر اکادمی لاہور، حجۃ اللہ البالغہ آداب المعاش۔

بالذات یہی رسوم ہیں جن پر الہامات کے اصول کا عمل ہوتا ہے۔ شارع اور شارع کے اشارات بھی انھیں ہی کی طرف ہوتے ہیں۔ اگرچہ انبیاء علیہم السلام کا یہ طریقہ حسن رہا ہے کہ وہ عبادت کے طریقوں کو مروج کرنے کے ساتھ ساتھ فاسد اور خراب رسموں کی بیخ کنی کرتے ہیں بعض رسموں اور طریقوں پر لوگوں کو مجبور کرتے ہیں اور بعض رسومات کے ترک کرنے کی تلقین کرتے ہیں کیونکہ جب کسی معاشرے میں صحیح رسومات کا رواج ہو جائے اور اگر ان رسومات کو اپنی زندگی کے لوازمات میں سمجھیں تو پھر وہ نظام یا اجتماعیت زیادہ دیر تک چلتی ہے اس لیے یہ کہنے میں حرج نہیں ہوگا کہ انبیاء علیہم السلام کا لایا ہوا نظام اور ان کی قائم کردہ رسومات انسانی معاشرے کے مفید اور مضبوط ہونے کے لیے ضروری ہوتے ہیں۔ اس لیے ان کی لائی ہوئی شریعت اور مروج کی ہوئی رسومات دیر تک باقی رہتی ہیں۔[۱]

## معاشرے کو درست کرنے کی صورت؛

شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اصلاح رسومات میں سے سب سے پہلے یہ بات ضروری ہے کہ اصلاح کا عمل سب سے پہلے بری چیزوں اور خراب رسومات کو سرے سے ختم کیا جائے اور ان رسومات یا عادتوں کے نعم البدل ایسی رسومات کو لایا جائے جو لوگ ان کو جلدی قبول کرلیں اور ان کے برحق ہونے کا ان کو یقین ثبوت ہوجائے[۲]

## رسومات کی حقیقت کو جاننے والے کا معیار

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں وہ شخص بڑی اہمیت کا حامل ہے جو راسخ فی العلم کی حیثیت رکھتا ہے اور وہ شریعت کے رموز، رسومات کے فوائد بہتر جان سکتا ہے یعنی نکاح، طلاق، معاملات زیب وزینت، لباس اور عدل وانصاف، تعزیر وحدود

---

[۱] ارمغان شاہ ولی اللہ صفحہ ۳۷ تا ۴۰ ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور، باب الرسوم السائدۃ فی الناس حجۃ اللہ البالغہ عربی ص ۴۹۔

[۲] ارمغان شاہ ولی اللہ ص ۳۷ تا ۴۰ ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور۔

اور دیگر مال غنیمت کے بارے میں زیادہ عالم ہوتا ہے اور ان کے مکلف یا غیر مکلف ہونے کی دونوں صورتوں سے آگاہ ہوتا ہے لیکن وہ انسان جو فرداً یا اجتماعاً راسخ فی العلم کی حیثیت تک نہیں پہنچتے۔ وہ شریعت اور رسومات کی حدود و قیود سے اتنے واقف نہیں ہوتے جس کی وجہ سے تردد کے شکار ہو جاتے ہیں[1]۔

## انبیاء علیہم السلام کی لائی ہوئی اصلاحی رسومات معاشرے کے لیے زیادہ مفید ہوتی ہیں

اجتماعیت یا رسومات کی حدود میں انبیاء علیہم السلام کا قائم کردہ معاشرہ نہایت مفید ہوتا ہے اور ان کی لائی ہوئی رسومات کی کوئی مثال نہیں ملتی اور انہوں نے ایسی کوئی نئی چیز معاشرے میں نہیں لی جو لوگوں میں وہ چیز خود یا اس کی نظیر نہ ہوں۔ البتہ انبیاء علیہم السلام نے جاہلیت کے دور میں قائم کردہ اور مروج رسومات اور رواج کو ختم کیا ہے اس طرح عبادت اور احکام کے وقت اور کیفیت مبہم تھی انہیں آسان اور باقاعدہ بنایا اور جو چیزیں مفید ہونے کے باوجود جاہلیت کے دور میں ختم ہو گئی تھیں ان کی اشاعت کا اہتمام کیا۔ جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور سے پہلے ایران اور روم میں سالہا سال تک بادشاہت اور سلطنت رہنے کی وجہ سے جو خرابیاں طویل مدت سے چلی آ رہی تھیں، اسلام کے آنے اور اس کی اشاعت سے وہ ختم ہو گئیں۔ اسی طرح عربوں کے قبل اسلام قائم کردہ معاشرے کی اصلاح بھی اسلام کے ذریعے ہوئی[2]۔

## بعض اوقات رسومات محبت اور یک جہتی کا ثبوت بھی دیتی ہیں:

جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے کہ رسومات کا وجود اجتماعیت کے لیے بہت ضروری ہے

---

[1] ارمغان شاہ ولی اللہ، ص ۳۷ تا ۴۰۔ ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور۔ حجۃ اللہ البالغہ عربی باب الرسوم ص ۵۰۔ [2] ارمغان شاہ ولی اللہ ص ۳۷ تا ۴۰ ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور۔ حجۃ اللہ البالغہ عربی باب الرسوم ص ۵۰۔

اور یہ رسومات اتنی مضبوط ہوتی ہیں کہ ان کو مروج کرنے یا ختم کرنے کے لیے ایک کامل جدوجہد کی ضرورت پڑتی ہے۔ اس لیے کہ انسانی معاشرے میں رسومات کے ذریعے محبت والفت کا وجود آتا ہے۔ شاہ صاحب نے رسومات کے دیگر فوائد بھی لکھے ہیں۔ ان میں سے رسومات کا ایک نفسیاتی جائزہ بھی پیش کیا ہے کہ جب معاشرہ میں نفرت اور کدورت عروج پر ہو تو ان کے درمیان ایسی رسومات یا طریقوں کو لایا جائے جن کے ذریعے ان کے اندر محبت پیدا ہو۔[1]

## قرآن کے نازل ہونے کا اہم مقصد معاشی ناانصافی اور اصلاح رسومات:

شاہ صاحب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انقلاب کو نزول قرآن کا مقصد قرار دینے کے بعد معاشی ناانصافی اور عدم مساوات کی برائیوں کو بھی کھول کر بیان کیا ہے وہ فرماتے ہیں۔

"جس سوسائٹی میں اقتصادی امان نہ ہو اس میں طرح طرح کے روگ پیدا ہو جاتے ہیں۔ نہ وہاں عدل و انصاف قائم ہو سکتا ہے اور نہ مذہب اپنا اچھا اثر ڈال سکتا ہے۔ شاہ صاحب یہ بھی فرماتے ہیں کہ جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں قیصر و کسریٰ نے متمدن دنیا کو مصیبت میں مبتلا کر رکھا تھا اور مشیت الٰہی نے اس فاسد نظام کو ختم کرنا چاہا تھا، اسی طرح ان کے زمانے میں معاشرہ بھی ان اجتماعی بیماریوں سے کھوکھلا ہو چکا تھا۔ اور اس کا مٹنا بھی یقینی نظر آتا تھا۔[2]"

## شاہ صاحب کے انقلابی پروگرام کا اہم اصول اصلاح معاشرہ:

شاہ صاحب کے اصلاحی اور انقلابی پروگرام کا اہم اصول اقتصادیات میں توازن اور

---

[1] ارمغان شاہ ولی ص ۳۷ تا ۴۰، ادارہ ثقافت اسلامیہ۔ لاہور۔ [2] تلخیص سماجی انصاف اور اجتماعیت شاہ ولی اللہ کی نظر میں، علامہ غلام مصطفیٰ صاحب مطبوعہ شاہ ولی اللہ اکیڈمی، حیدرآباد سندھ۔

معاشیات میں مساوات کو واضح کرتا تھا شاہ صاحب کے نزدیک مسلمانوں کی اجتماعی زندگی کے لیے اقتصادی توازن ایک ضروری امر ہے اور ہر انسانی جماعت کو ایک ایسے اقتصادی نظام کی ضرورت ہے جو اس کی ضروریات زندگی کا کفیل ہو۔ جب لوگوں کو اپنی معاشی ضرورتوں سے فراغت نصیب ہوتی ہے تو پھر وہ اپنے خالی وقت میں جو ان کے پاس کسب معاش کے بعد بچ رہتا ہے۔ زندگی کے ان شعبوں کی ترقی اور تہذیب کی طرف متوجہ ہو سکتے ہیں جو انسانیت کا اصل جوہر ہیں۔ لیکن اگر ان کی اقتصادی ضروریات بھی فراہم نہ ہوں اور ان کی وجہ سے انسان کی جدوجہد اس کی حیوانی ضرورتوں تک محدود ہو جائے تو انسانیت کے اعلیٰ مقامات کا کیسے ہوش رہے گا۔ اقتصادی نظام کے درست اور متوازن ہونے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ حیات دنیاوی میں انسانیت کے اجتماعی اخلاق تکمیل پذیر ہوتے ہیں۔ چنانچہ حضرت شاہ صاحب حجۃ اللہ البالغہ میں تحریر فرماتے ہیں[1]:

"انسانیت کے اجتماعی اخلاق اس وقت برباد ہو جاتے ہیں جب کسی جبر سے ان کو اقتصادی تنگی پر مجبور کر دیا جائے۔ اس وقت وہ گدھوں اور بیلوں کی طرح روٹی کمانے کے لیے کام کریں گے۔ جب انسانیت پر ایسی مصیبت نازل ہوتی ہے تو خدا تعالیٰ انسانیت کو اس سے نجات دلانے کے لیے کوئی راستہ ضرور الہام فرماتا ہے۔ یعنی ضروری ہے کہ قدرت الٰہیہ انقلاب کے سامان پیدا کر کے قوم کے سر سے ناجائز حکومت کا بوجھ اتار دے۔"

## سیاسی اور سماجی قوت کا دارومدار فکری فلسفہ پر ہوتا ہے:

سیاسی قوت اجتماعی قوت سے پیدا ہوتی ہے اور معاشرتی طاقت کا دارومدار کسی نہ کسی فلسفہ پر ہوتا ہے۔ جس معاشرہ کی بدولت کبھی نہ کبھی درجہ کمال تک پہنچ جائیں گی۔

---

[1] "سماجی انصاف اور اجتماعیت شاہ ولی اللہ کی نظر میں"۔ علامہ غلام مصطفیٰ قاسمی، مطبوعہ شاہ ولی اللہ اکیڈمی سندھ۔

اور اس کی معاشرتی اخلاقی اور اقتصادی حالت بھی اچھی ہوگی کیونکہ ذہنی قوتوں کا اثر معاشرت اور اقتصادیت پر پڑتا ہے۔ اگر سماجی حالت (جو کہ ذہنی قوتوں کی پیداوار ہے) اچھی ہوگی تو اس سے جو سیاسی قوت پیدا ہوگی وہ بھی اچھی کہلائے گی[۱]۔

## مساویانہ تقسیم دولت اور شاہ ولی اللہ کا فلسفہ

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ عصر حاضر میں ہر معاشی نظام کی بنیاد کسی نہ کسی فلسفہ پر رکھی گئی ہے تو کیا شاہ ولی اللہ صاحب اپنی تالیفات میں جو عادلانہ تقسیم مال و دولت اور مساویانہ نظام پر زور دیتے ہیں اس نظام کے لیے کوئی فلسفہ بھی پیش کرتے ہیں یا نہیں؟

اس کا جواب یہ ہے کہ بے شک شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک جامع فلسفہ بھی پیش کیا ہے لیکن یہ فلسفہ کارل مارکس کے فلسفہ کی طرح اختراعی نہیں ہے۔ شاہ صاحب کے فلسفہ کی بنیاد مذہب اسلام کی حکمت اور اس کی روح پر ہے[۲]۔

شاہ صاحب کے نزدیک سب سے پہلے انسان کے لیے معاشی خوش حالی کا ہونا ضروری ہے۔ جب انسان کو ذہنی سکون ملتا ہے تو اس کے بعد وہ مذہب اور اخلاق کا متلاشی ہوتا ہے۔ جس کی حقیقی علت یہ ہے کہ جب تک انسان انسانیت کے اس اولین مرتبہ یا مقام کو نہیں پہنچ سکتا شریعت اور اخلاق کی ذمہ داری انسانوں پر ہوتی ہے، حیوانوں پر نہیں ہوتی۔

## شاہ صاحب اور کارل مارکس کے نظریہ میں بنیادی فرق

اس سے یہ نتیجہ نہیں نکالنا چاہیے کہ یہ کارل مارکس کے مادی فلسفہ سے مشابہت

---

[۱] سماجی انصاف اور اجتماعیت شاہ ولی اللہ کی نظر میں۔ علامہ غلام مصطفیٰ قاسمی، مطبوعہ شاہ ولی اللہ اکیڈمی سندھ۔

[۲] ایضاً۔

رکھتا ہے۔ کارل مارکس بھی اخلاقی اصولوں اور مذہبی احکام کو معاشی ضروریات کے تابع قرار دیتا ہے اور کہتا ہے کہ اخلاقی اصولوں اور معاشی تقاضوں میں باہمی ٹکراؤ ہوتا ہے تو اخلاق و مذہب کو اپنی شکست مان کر معاشیات کا غلبہ ماننا پڑتا ہے۔

اصل حقیقت یہ ہے کہ معاشیات کے متعلق شاہ صاحب کے بتائے ہوئے اصولوں کی بنیاد قرآن حکیم کی حکیمانہ تعلیم اور اس کی عملی شکل پیغمبر علیہ السلام کی سنت پر ہے اس لیے فلسفہ ولی اللّٰہی میں معاشی ضروریات اور مذہب و اخلاق کے متصادم ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ شاہ صاحب نے اسلام کی تعبیر دو لفظوں 'اقتراب' اور 'ارتفاق'[1] سے فرمائی ہے خداپرستی اور انسان دوستی کو انسانیت کی بنیاد قرار دیا ہے۔ انسان دوستی کی صحیح تعبیر مال و دولت کی مساویانہ تقسیم ہے تاکہ یہ نہ ہو معاشرہ میں ایک تو شخص عظیم سرمایہ دار بن جائے اور دوسرے کو کھانے کے لیے روٹی اور اوڑھنے کے لیے کپڑا بھی میسر نہ ہو[2]۔

## فاشستی نظام کا خلاصہ :

فاشستی نظام میں سارا زور فرد کی انفرادیت، صلاحیت اور ذاتی ملکیت پر دیا جاتا ہے اس سے اجتماعی اور تمدنی زندگی میں معاشی فلاح اور خوش حالی کا ہونا ناممکن نہیں تو دشوار ضرور ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرد کے مقابلے میں اجتماعیت پر زور دیتے ہیں شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فلسفہ میں جملہ کائنات فی الحقیقۃ ایک وحدت ہے جس کا نام ان کے فلسفہ میں "شخص اکبر" ہے[3]۔

## لامحدود انفرادی ملکیت معاشرہ کے لیے مفید نہیں :

شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ زمین اور قدرتی وسائل پیداوار مثلاً معدنیات، کانوں اور

---

[1] سماجی انصاف اور اجتماعیت شاہ ولی اللہ کی نظر میں'۔ علامہ غلام مصطفےٰ قاسمی، مطبوعہ شاہ ولی اللہ اکیڈمی حیدرآباد، سندھ، [2] ایضاً [3] ایضاً۔

چیزوں و غیرہ پر لا محدود غیر مشروط انفرادی ملکیت کے قائل نہیں ہیں بلکہ وہ ان سب کو بنیادی طور پر اللہ تعالیٰ کی ملکیت تصور کرتے ہیں۔ اور ان تمام وسائل پر بنی نوع انسان کا یکساں طور پر حق تسلیم کرتے ہیں جن سے ہر شخص انتفاع کر سکتا ہے۔ صرف ضروری یہ ہے کہ وہ شخص بلا کسی کو ضرر پہنچائے اس زمین پر سب سے پہلے قبضہ کرے۔ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک زمین کی حیثیت درحقیقت مسجد، رباط، سرائے اور مسافر خانہ کی ہے جو نمازیوں، مسافروں اور راہ گیروں کے لیے وقف ہوتے ہیں اور تمام انسان اس کے اندر شریک ہوتے ہیں۔ جو شخص پہلے آئے گا پہلے حق دار ہوگا۔[1]

## زمین کا اصل مالک وہ ہے جو اس کو آباد کرے:

مذکورہ اصول مردہ اور بنجر زمین میں بھی ہے یعنی:

من احیا ارضا میتۃ فھی لہ،

(جو مردہ بنجر زمین کو آباد کرے وہ اسی کی ہے)[2]

مقبوضہ بنجر زمین شہر اور اس کے قرب و جوار میں واقع نہ ہو تاکہ عامۃ الناس کے مفادات متاثر نہ ہوں۔[3]

## دولت کا اصل سبب محنت ہے:

شاہ ولی اللہ کے نزدیک دولت کی اصل بنیاد محنت ہے۔ کاشت کار مزدور قوت کا سبب ہیں، باہمی تعاون مدنیت (شہریت) کی روح رواں ہے جب تک کوئی شخص ملک و قوم کے لیے کام نہ کرے ملک کی دولت میں اس کا کوئی حصہ نہیں۔[4،5]

---

[1] مقدمہ سطعات حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی مترجم سید محمد متین ہاشمی ص ۱۴۱۔

[2] سطعات شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، مترجم متین ہاشمی ص ۱۴۲، [3] ایضاً۔

[4] شاہ ولی اللہ اور ان کا خاندان۔ تالیف مولانا حکیم محمود احمد برکاتی، مجلس اشاعت اسلام، لاہور، ص ۲۰۵۔

[5] حجۃ اللہ البالغہ، عربی شاہ ولی اللہ باب القاء الرزق۔

## غلط رسومات معاشی ناہمواری کا سبب ہوتی ہیں :

جوا، سٹہ اور عیاشی کے اڈے ختم کیے جائیں جن کی موجودگی میں تقسیم دولت کا صحیح نظام قائم نہیں ہو سکتا اور بغیر اس کے کہ وہ قوم اور قوم کی دولت میں اضافہ ہو دولت بہت سی جیبوں سے نکل کر ایک طرف سمٹ آتی ہے[1]

## محنت کشوں کی خوشحالی میں محنت ضروری ہے :

مزدور کاشت کار اور جو لوگ ملک اور قوم کے لیے دماغی کام کریں، دولت کے اصل مستحق ہیں۔ ان کی ترقی اور خوشحالی ملک و قوم کی ترقی اور خوشحالی ہے۔ جو نظام ان کو دبائے وہ ملک کے لیے خطرہ ہے، اس کو ختم ہونا چاہیئے[2]

ضرورت مند مزدور کی رضا، قابل اعتبار نہیں جب تک اس کی محنت کی وہ قیمت ادا نہ کی جائے جو امداد باہمی کے اصول پر لازم ہوتی ہے[3]

## جس نظام میں محنت کشوں کو انصاف میسر نہ ہو اس کو ختم کیا جائے :

جو معاشرہ محنت کی صحیح قیمت ادا نہ کرے۔ مزدوروں اور کاشت کاروں پر بھاری ٹیکس لگائے، قوم کا دشمن ہے۔ اس کو ختم ہونا چاہیئے[4]

جاری ہے

---

[1] شاہ ولی اللہ اور ان کا خاندان، تالیف مولانا حکیم محمود احمد برکاتی مجلس اشاعت اسلام۔ لاہور ص ۲۰۵

[2] ایضاً ص ۲۰۶۔

[3] ایضاً ص ۲۰۶۔

[4] ایضاً ص ۲۰۶۔